معاشرہ انسانی میں وحی کی ضرورت و اہمیت

محمد آصف ہزاروی ☆

قرآن پاک میں لفظ وحی مختلف افعال (مثلاً ماضی، مضارع وغیرہ) کے ساتھ اٹھتر (۷۸) بار آیا ہے کہیں لغوی معنی اور کہیں اصطلاحی معنی مراد ہے۔ لفظ وحی مصدر ہے جس کا معنی "الاعلام فی خفاء" خفیہ طور پر کسی بات کی خبر دینا ہے، بنا بریں لغوی اعتبار سے وحی مندرجہ ذیل معانی پر بولا جاتا ہے۔ اشارہ، کتابت، پیغام، الہام، کلام خفی، مکتوب کنایہ، بتدریج آواز نکالنا، امر لکھا ہوا بھیجنا وغیرہ۔

وحی کے لغوی معنی کے متعلق "لسان العرب" میں لکھا ہے:

"الوحی الاشارہ و الکتابۃ والرسالۃ والالہام والکلام الخفی وکل ما القیتہ الی غیرک" (۱) (وحی سے مراد اشارہ، کتابت، پیغام، الہام، پوشیدہ کلام اور ہر وہ بات جو آپ دوسروں تک پہنچائیں)۔

"تاج العروس" میں لکھا ہے:

"الوحی الاشارۃ- یقال وحیت لک بخبر کذا ای اشرت و صوت بہ--- ومنہ حدیث الحارث الاعور قال لعلقمۃ القرآن ھین الوحی- اراد بالقرآن القراۃ وبالوحی الکتابۃ یقال وحیت الکتاب وحیا فانا واح" (۲)

(وحی کا معنی اشارہ ہے کہا جاتا ہے "وحیت لک بخبر کذا" یعنی میں نے تجھے اس خبر کا اشارہ دیا اور اسی طرح حارث الاعور کی حدیث ہے اس نے علقمہ سے کہا "القرآن ھین الوحی" قرآن سے اس کی مراد قرات ہے اور وحی سے مراد کتابت ہے، فعل ماضی وحیت، مصدر، وحی اور اسم فاعل "واح" آتا ہے)

صاحب "محیط المحیط" نے وحی کے تقریباً تمام مذکورہ بالا معانی کو اس طرح بیان کیا ہے

☆ گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور

"الوحی مصدر و المکتوب والرسالة وکل ما القیته الی غیرک لیعلمه کیف کان ثم غالب الوحی فی مایلقی الی الانبیاء من عنداللّٰه تعالی و قیل الوحی اعلام فی خفا و کل مادللت به من کلام اوکتابة او اشارة اور رسالة فهو وحی وقد یطلق ویراد به اسم المفعول منه ای الموحی" (۳) احمد بن فارس بھی وحی کے انہی معانی کی توثیق کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں: "وحی: الواوو الحا والحرف المعتل- اصل یدل علی القاء علم فی اخفاء اوغیره الی غیرک (فالوحی) الاشارة والوحی الکتاب والرسالة وکل ما القیته الی غیرک حتی علمه فهو وحی" (۴) لیکن امام راغب اصفہانی دیگر اہل لغت کے بیان کردہ معانی میں کچھ اضافہ و ترمیم کرتے نظر آتے ہیں۔

"اصل الوحی الاشارة السریعة ولتضمن السرعة قیل امر وحی وذلک یکون بالکلام علی سبیل الرمزو النعریض وقد یکون بصوت مجرد عن الترکیب و با شارة ببعض الجوارح و بالکتابة" (۵) (وحی کا اصل معنی سریع اشارہ ہے اور سرعت کے معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے "امروحی" یعنی سریع حکم اور رمزو تعریض کے طور پر بذریعہ کلام ایسا ہوتا ہے اور بعض دفعہ بے ترتیب آواز یا اعضاء کے اشارہ یا کتابت کے ذریعے ہوتا ہے)۔

اس تفصیلی بحث کا حاصل یہ ہے کہ وحی سے مراد اشارہ، کتابت، پیغام، الہام اور مخفی کلام لیا جاتا ہے چنانچہ محققین لغت نے وحی کے جن لغوی معانی کی نشاندہی کی ہے ان میں سے اکثر کا اطلاق لفظ وحی پر ہو رہا ہے جو کہ اسلامی تعلیمات میں مراد لیا گیا ہے۔ لغات کی تفصیل بحث کے پیش نظر لغوی اعتبار سے وحی کی تین قسمیں سامنے آتی ہیں۔ (۱) فطری جیسے الہام الٰہی سے انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات بھی رہنمائی پاتی ہیں جزوی مثال کے طور پر شہد کی مکھیاں جو الہام الٰہی سے اپنا مرکز بنا کر اس میں شہد جمع کرتی ہیں یہ وہ وحی ہے جو آسمان اور زمین، جانور اور جمادات بلکہ ہر قسم کی مخلوق کو ملی ہے۔ (۲) دوسری قسم وحی کی وہ ہے جو عام انسانوں کو ہوتی ہے وہ کافر ہوں یا مسلم جیسے کوئی سائنس دان کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے پھر خالق کائنات کی طرف سے نقشہ اور اس سے متعلقہ دیگر باتیں اس کے ذہن میں آتی چلی جاتی ہیں۔ (۳) وحی کی تیسری قسم جو ریاضت و تزکیہ قلب سے حاصل ہوتی ہے اور اس پر خاص علوم الہام کے ذریعے نازل ہوتے ہیں۔ مفسرین اور محققین نے وحی کے یہی لغوی معانی مراد لیے ہیں چنانچہ علامہ محمد آلوسی لکھتے ہیں۔

"الوحی اصله التفهیم وکل مافهم به شی من الالهام والاشارة والکتب فهو وحی" (٦)

(وحی کا اصل معنی "تفہیم" یعنی سمجھ بوجھ ہے اور الہام و اشارہ و کتابت میں سے جس کے ذریعے بھی کسی چیز کا فہم حاصل ہو وہ وحی ہے)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی معانی بیان کیے ہیں۔

"الوحی لغة الاعلام فی خفا' والوحی ایضا الکتابة والمکتوب والبعث والالهام والامر' والایماء الاشارة والتصویت شیئا بعد شئی وقبل اصله التفهیم وکل مادللت به من کلام او کتابة او رسالة او اشارة فهو وحی" (٧)

وحی کا اصطلاحی مفہوم

حافظ ابن حجر عسقلانی وحی کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد یطلق الوحی ویراد به اسم المفعول منه ای الموحی وهو کلام اللّٰه المنزل علی النبی صلی اللّٰه علیه واله وسلم" نیز لکھا ہے "الوحی شرعا" الاعلام بالشرع" (٨) (وحی کا اطلاق اسم مفعول یعنی موحی پر ہوتا ہے اور وہ نبی اکرم ﷺ پر اتارا ہوا اللہ تعالیٰ کا کلام ہے--- شرعی اعتبار سے وحی کا معنی شریعت پر مطلع کرنا ہے) علامہ بدر الدین عینی کے الفاظ میں :"وقد یطلق ویرادبها اسم المفعول منه ای الموحی وفی اصطلاح الشریعة هو کلام اللّٰه المنزل علی نبی من انبیائه" (٩) (وحی سے مراد اسم مفعول یعنی موحی ہے اور شریعت کی اصطلاح میں اس سے مراد انبیاء میں سے کسی نبی پر اترنے والا اللہ کا کلام)

شرعی نقطہ نظر سے ائمہ نے وحی کا جو خاص معنی بیان کیا ہے اس کو شرعی اصطلاح میں وحی کہا جاتا ہے یعنی وحی وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کسی نبی کی طرف بھیجتا ہے اور اس کے دل میں ثبت کرتا ہے پھر وہ نبی اس وحی کو اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اسی کو کلام اللہ کہتے ہیں' کبھی وحی ایسی ہوتی ہے کہ نبی نہ اس کے ساتھ خود تکلم کرتا ہے اور نہ اسے کسی کے لیے لکھتا ہے اور نہ اسے کسی کو لکھنے کا حکم دیتا ہے مگر وہ لوگوں کو بیان کر دیتا ہے اور ان پر واضح کر دیتا ہے کہ خدا نے اس وحی کو لوگوں تک پہنچانے کا اسے حکم دیا ہے۔

کتاب "التوضیح والتلویح" میں لکھا ہے:

"وھو ظاھر وباطن اما الظاھر فثلاثۃ الاول ماثبت بلسان الملک ووقع فی سمعہ بعد علمہ بالمبلغ بایۃ قاطعۃ والقرآن من ھذا القبیل" (١٠) (وحی ظاہری اور باطنی ہوتی ہے، ظاہری کی تین قسمیں ہیں پہلی وہ جو فرشتہ کی زبان سے ثابت ہو اور نبی کے سماعت میں کسی قطعی نشانی کے ساتھ مبلغ کا علم ہو جانے کے بعد واقع ہو اور قرآن اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے) فقہ کی مشہور و معروف کتاب "نور الانوار" میں لکھا ہے:

"والوحی نوعان فظاھر وباطن فالظر ثلثۃ انواع الاول ماثبت بلسان الملک وھو جبرئیل فوقع فی سمعہ بعد علمہ بالمبلغ ای سمع النبی علیہ السلام بعد علم النبی علیہ السلام بانہ جبرئیل بایۃ قاطعۃ تنا فی الشک والاشتباہ فی انہ جبرئیل اولاھو الذی انزل علیہ بلسان الروح الامین یعنی القرآن والثانی مابینہ بعقولہ اوثبت عندہ باشارۃ الملک من غیر بیان بالکلام والثالث مابینہ بقولہ اوتبدی لقلبہ بلاشبھۃ بالھام من اللہ بان اراہ بنور من عندہ وھذا ھو المسمی بالالھام" (١١)

(وحی کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی پھر ظاہری کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم وہ جو فرشتہ یعنی جبرئیل کی زبانی سے ثابت ہو اور نبی علیہ السلام سماعت پر مبلغ کا علم ہونے کے بعد واقع ہو یعنی نبی علیہ السلام نے شک و شبہ سے بالاتر دلیل کے ساتھ یہ معلوم کرنے کے بعد سماعت فرمائی کہ وہ جبرئیل ہیں اور یہ کہ قرآن ہی روح الامین کی زبان سے اتارا گیا' وحی کی دوسری قسم وہ ہے جو آپ اپنے قول سے وضاحت فرمائیں یا بغیر تکلم کے فرشتہ کے اشارہ سے ثابت ہو اور تیسری قسم وہ ہے جو اپنے قول سے واضح فرمائیں وہ آپ کے قلب پر بغیر کسی شبہ کے اللہ کے الہام سے ظاہر ہو اور وہ اس طرح کہ اللہ اسے اپنے نور سے انہیں دکھا دے اس کو الہام کا نام دیا جاتا ہے)۔

شریعت اسلام کی اصطلاح میں وحی اس ذریعہ غیبی کا نام ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے خاص لطف و کرم اور فضل و عنایت سے کسی نبی کو کوئی علم حاصل ہوتا ہے۔ اس حصول علم میں نبی یا رسول کو اپنے غور و فکر، کوشش و سعی اور جدوجہد کا کوئی عمل نہیں ہوتا' وحی نبوت اپنی خصوصیات کے اعتبار سے دوسری تمام اقسام وحی سے مختلف ہوتی ہے نبی کو پورا یقین ہوتا ہے کہ وحی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے' وحی کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے محمد فرید وجدی یوں رقم طراز ہے۔

"قد علمنا ان الوحی لغة هو الاعلام فی خفا ثم اصطلاح علی انه تعلیم الله لانبیانه امور الدین بواسطة الملائکة یرسلهم الیه وهو بهذا المعنیٰ عام فی اکثر الادیان ولاسیما فی الادیان الثلاثة الکبری الیهودیة والمسیحیة والاسلامیة"(۱۲)

(ہمیں معلوم ہوچکا ہے کہ وحی لغت میں پوشیدہ طور پر اطلاع دینے کو کہتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے اپنے انبیاء کو بواسطہ ملائکہ احکام دین سکھانے کے لیے اصطلاح بن گئی ہے اور یہ اکثر ادیان میں انہی معانی میں مستعمل ہے بالخصوص بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں)۔

وحی اس ذریعہ غیبی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے لطف و عطا سے کسی نبی کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ کسی کسب و ہنر کا جستجو سے یہ ذریعہ غیبی جس کے ذریعے حقیقت انسان پر منکشف ہوتی ہے اور تاریخی واقعات اور خدائی صفات کا ظہور ہوتا ہے اسے پیغمبرانہ وحی کہا جاتا ہے اور یہ وحی ایک تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ "The New Encyclopaedia Britannica کے مقالہ نگار کے الفاظ ہیں:

"Revelation in religion is disclosure of divine or sacred reality or purpose to man. (i) The reality which is disclosed through "cosmos" as medium is called cosmic revelation.(ii) The reality which is disclosed when a historic event occurs in which the divine is perceived as a personal entity is called prophetic revelation. (۱۳)

"The Encyclopedia American" کے مقالہ نگار کے بقول:

"Renelation-- has a gift like character because it seems to come about not as a result primarily of human search but as the self revealing of a reality to man"( )

وحی کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جو سچائی کا مظہر ہے یہ عام طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل کے ذریعہ اتاری جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات، قیامت کا اعلان اور دیگر حقائق پر مشتمل ہوتی ہے وحی انبیاء و رسل پر اتاری جاتی ہے اور خاص طور پر جامع شکل میں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی چنانچہ

"Abraham. J. William" کے بقول:

"Revelation may be defined as the communication of some truth by God to a rational creature through means which are beyond the ordinary course of nature.(۱۵)

"The Encyclopedia of Religion" کا مقالہ نگار رقم طراز ہے:

"Islam's understanding of revelation comes closest to that of the Bible. "Wahy" or revelation, comes from God, usually through the agency of the archangel Gabriel. It is concerned with God's decrees. His mysterious will, the announcement of judgement, and His commandments, the divine law. Revelation is given to the Prophets and in its definitive form to Muhammad (P.B.U.H) who receives it is dreams, visions, and auditions." (۱۶)

وحی کے اصطلاحی معانی سے متعلق مفسرین' محدثین اور محققین کے بیانات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلامی شریعت میں وحی کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام جو اس کے انبیاء تک پہنچتا ہے اور یہی معنی قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں البتہ اگر سیاق و سباق میں کوئی قرینہ موجود ہو تو وحی کے لغوی معانی کے پیش نظر کوئی اور معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے لیکن جب لفظ وحی مطلق بولا جائے تو اس سے مراد اصطلاحی معنی ہی ہوگا یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ وحی کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں گہرا ربط بھی موجود ہے جس کی وجہ سے وحی لغوی معنی سے اصطلاحی معنی میں منتقل ہو کر منقول شرعی بن گیا۔ مثلاً وحی کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ اور مخفی طور پر ایک تیز ترین اشارہ' رمز۔ تو لفظ مخفی سے معلوم ہوا کہ وحی الٰہی کا تعلق ظاہری حواس کے ادراک اور احساس سے نہیں بلکہ باطنی ادراک اور شعور سے ہے اور سریعہ یعنی تیز ترین کا مفہوم اصطلاحی وحی کے معنی میں یہ سامنے آتا ہے کہ وہ ایک ہی لمحہ میں عرش الٰہی سے قلب پیغمبر پر وارد ہو جاتی ہے اور خفی اس حد تک کہ نزول وحی مکمل ہو جاتا لیکن صحابہ کو اس وحی کی خبر نہ ہوتی البتہ آثار نزول وحی سے مطلع ہو جاتے مگر مضمون وحی سے بے خبر رہتے۔

وحی اور قرآن حکیم

لفظ وحی اگرچہ اسلامی اصطلاح میں اس معنی میں استعمال ہوا ہے جو انبیاء کے لیے مخصوص ہے مگر قرآن حکیم میں لفظ وحی دیگر اور معانی میں بھی ہے مثلاً آسمانوں کے لیے وحی کا تذکرہ ہے جس کے مطابق یہ سارا نظام چلتا ہے' زمین کی طرف بھی وحی ہوتی ہے جس کا اشارہ پاتے ہی وہ اپنی سرگزشت سنانے لگتی ہے۔ ملا ئکہ پر بھی وحی ہوتی ہے جس کے مطابق وہ کام کرتے ہیں' شہد کی مکھی کو اس کا سارا کام وحی (فطری تعلیم) کے ذریعے سکھایا جاتا ہے۔ یہ وحی صرف شہد کی مکھی تک ہی محدود نہیں ہے' مچھلی کو تیرنا' پرندے کو اڑنا اور نوزائیدہ بچے کو دودھ پینا بھی وحی خداوندی ہی سکھایا کرتی ہے۔ ایک انسان کو غور و فکر اور تحقیق و جستجو کے بغیر جو صحیح تدبیر یا صائب رائے یا فکر و عمل کی صحیح راہ سجھائی جاتی ہے وہ بھی وحی ہے اور اس وحی سے کوئی انسان محروم نہیں۔

بہت سی اقسام میں سے ایک خاص قسم کی وحی وہ ہے جس سے انبیاء علیہم السلام نوازے جاتے ہیں۔ یہ وحی اپنی خصوصیات میں دوسری اقسام سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں لفظ وحی مختلف مفاہیم میں آیا ہے۔

(ا) روح۔ "ینزل الملکۃ بالروح من امرہ(۱۷) "یلقی الروح من امرہ" (۱۸)

(۲) وحی بمعنی اشارہ کرنا۔ فاوحی الیھم ان سبحوا بکرۃ وعشیا"(۱۹)

(۳) وحی بمعنی دل میں وسوسہ ڈالنا' ورغلانا وغیرہ۔

"وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروا(۲۰) "وان الشیطین لیو حون الی اولیھم لیجادلوکم"(۲۱)

(۴) فعل وحی کی نسبت خاص اپنی طرف مگر معانی و مفہوم الگ الگ نوعیتوں کے حامل ہیں مثلاً (i) زمین کے لیے (وحی بمعنی ودیعت کرنا) "یومئذ تحدث اخبار ھابان ربک اوحی لھا(۲۲)

(ii) آسمانوں کے لیے "فقضھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا"(۲۳)

(iii) شہد کی مکھی کی طرف۔ (وحی بمعنی فطری حکم) "واوحی ربک الی النحل" (۲۴)

(iv) فرشتوں کے لیے۔ "اذیوحی ربک الی الملئکۃ انی معکم فثبتو الذین امنوا"(۲۵)

اعلیٰ انسان ہی ہے تمام کارخانہ اس کی خاطر ظہور میں آیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا" (۳۳)

"سخر لکم ما فی السموت وما فی الارض جمعیاً منه" (۳۴)

"ولقد مکنکم فی الارض وجعلنا لکم فیها معایش" (۳۵)

"والانعام خلقها لکم فیهادف و منافع ومنها تاکلون" (۳۶)

"وسخر لکم الیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرت بامره" (۳۷)

لیکن انسان کا یہ تمام شرف و امتیاز اور تقویٰ و برتری اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ بنی نوع انسان کا مقصد اور نصب العین دیگر تمام مخلوقات سے بلند اور ارفع ہونا چاہیے۔ کیا اس کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ پیدا ہوا' نشوو ارتقاء کے مراحل طے کیے۔ حوائج و خواہشات زندگی کو پورا کیا۔ وسائل حیات سے تمتع کیا۔ طفولیت' بلوغت اور کہولت کی منازل طے کرکے اس دنیا سے رخصت ہوگیا؟ اگر انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے تو پھر ہم کسی طرح بھی اس کو دیگر مخلوقات سے ارفع و اعلیٰ قرار نہیں دے سکتے۔ اگر انسان تمام مخلوقات سے اعلیٰ و افضل ہے تو یقیناً ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کی زندگی کا مقصد بھی سب سے بہتر' سب سے بلند' سب سے پاکیزہ اور ہمہ گیر ہونا چاہیے۔

اس مقصد کے حصول کی راہ میں اسے حیرت انگیز صلاحیتوں اور قوتوں کے علی الرغم ہزاروں قسم کی رکاوٹیں حائل ہیں۔ وہ گوناگوں خواہشات و میلانات' اغراض اور خیر و شر کی قوتوں' ماحول اور وراثت کی جکڑ بندیوں وغیرہ کے درمیان بری طرح گھرا ہوا ہے۔ اگر اس کی صلاحیتوں اور قوتوں کو ٹھیک راہ پر نہ لگایا جائے تو یہی انسان جو تمام مخلوقات سے برتر ہے سب سے زیادہ ارزل اور اسفل بن جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی ذلت پر ذلیل سے ذلیل حیوانات بلکہ جمادات تک کو ننگ و عار محسوس ہونے لگتا ہے۔ پھر یہ حال ہوتا ہے کہ پتھر کے وہ ٹکڑے جو اس لیے تھے کہ اس کے پاؤں تلے روندے جائیں اور اس کے بام و در کے کام آئیں اس کے معبود و مسجود بن جاتے ہیں پھر وہ صحیح معنوں میں "ثم رددنه اسفل سافلین" (۳۸) کا مصداق بن جاتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس خالق نے انسان کو تمام مخلوقات سے ارفع و اعلیٰ پیدا کیا اور کائنات کو اس کے لیے وقف کر دیا۔ کیا اس نے انسان کو صحیح راہ پر لگانے کے لیے کوئی

(v) مسیح کے حواریوں کے لیے (وحی بمعنی القاء و الہام) "واذا اوحیت الی الحوارین ان امنوا بی وبر سولی" (۲۶)

(vi) والدہ موسیٰ کے لیے۔ "واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ" (۲۷)

(vii) قبل از اعلان نبوت یوسفؑ کے لیے۔ "واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا" (۲۸)

(viii) فعل وحی کی نسبت فرشتہ کی طرف۔ "وما کان بشر ان یکلمہ اللّٰہ الا وحیا اومن ور آی حجاب اویر سل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء (۲۹)

(ix) فعل وحی کی نسبت پیغمبر کی طرف۔ "فخرج علی قومہ من المحراب فاوحی الیھم" (۳۰)

(۵) وحی بصورت خواب۔ "قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک" (۳۱)

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم کا وحی کیا جانا۔ "واوحی الی ھذا القرآن" (۳۲)

انسانی معاشرہ میں وحی کی ضرورت و اہمیت

جب ہم اس کائنات اور اس کے موجودات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ یہ کارخانہ بے قرینہ نہیں بلکہ ایک مکمل اور جامع نظام کے تحت مربوط اور مستوی ہے۔ اس کا ایک ایک جز دوسرے جز سے مل کر کام کرتا ہے۔ زمین کے ایک ذرے سے لے کر نظام شمسی کے ایک بڑے کرے تک ہر ایک کی حرکت مقرر ہے جو لازماً کسی نہ کسی معینہ مقصد کے لیے ہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی نازک اور اعلیٰ ترین ریاضیاتی نظام کارفرما ہے جس کے تحت یہ اجسام ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں بلکہ اپنی حدود میں مقرر کردہ تناسب سے حرکت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اس مربوط نظام کے پیچھے کوئی صاحب ارادہ طاقت ور ہستی ضرور موجود ہے جس نے کائنات کے اجسام و اجرام کو تخلیق کیا اور وہ اس نظام کو پوری طرح سے کنٹرول کر رہا ہے۔ اس نظام کائنات کے مشاہدہ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز انسان کا وجود ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مخلوق میں اگر کوئی بااختیار ہستی ہے تو وہ انسان ہے کیونکہ اس میں تسخیر عناصر کی قدرت و قوت موجود ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کائنات اور اس کے اجزاء کبھی تخلیق اور ساخت و ہیت اور کائناتی نظام کی حرکت و عمل پر قابو نہیں رکھتا۔ انسان اس کائنات کے خالق کی مخلوق ہے۔ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ برتر و اشرف اور

بندوبست بھی کیا ہے یا نہیں؟ کیا اس نے اس کو کوئی ایسی بے خطا، صاف، سیدھی اور یقینی شاہراہ عمل متعین کرکے دی ہے کہ جس پر وہ چل کر اپنے مقصد حیات کو پالے اور ہر قسم کی ذلت و رسوائی سے محفوظ ہو جائے؟ یقیناً عقل سلیم کا یہ فیصلہ ہے کہ جس خالق کائنات نے ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کی ضرورتوں اور راحتوں کا انتظام کیا اس نے انسان کی اس اہم ضرورت کا بھی بندوبست کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ضرورت کے پیش نظر اسے ذرائع علم (Sources of Knowledge) عطا فرمائے۔ انسان کو سوچنے سمجھنے کے لیے طاقتور دماغ، دیکھنے کے لیے صاف و شفاف آنکھیں، حساس کان، چکھنے کے لیے زبان، سونگھنے کے لیے ناک، چھونے کے لیے ہاتھ اور احساس لمس کے لیے اعصاب عطا کئے۔ ان ذرائع علم کو حواس، عقل، وجدان کا نام دیا گیا ہے۔

حواس

(قوت لامسہ، قوت باصرہ، قت سامعہ، قوت ذائقہ، قوت شامہ)۔

حواس کے ذریعے ہمارے عمل و ادراک کو ایک شکل ملتی ہے۔ یعنی حس اشیاء کے خواص یا پہلوؤں کا انعکاس ہوتا ہے یعنی حواس وہ پانچ ذرائع علم ہیں جن کی بدولت انسان اپنے گردو پیش اور ماحول سے اپنا تعلق قائم کرتا ہے یہ حواس ظاہری دنیا کی حقیقتوں کو جاننے اور ان کا ادراک کرنے تک محدود رہتے ہیں، انسان کو صرف ظاہری خام مواد مہیا کرنے پر مامور ہیں۔ قوت لامسہ کا کام کسی چیز کو چھو کر یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ چیز کیسی ہے، نرم، سخت یا کھردری لیکن جو چیز غیر مادی ہے ہاتھ کوشش کے باوجود اس کے وجود کا سراغ نہیں لگا سکتا۔ آنکھ کا کام مرئی اشیاء کو دیکھنا ہے غیر مرئی اشیاء کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور جو چیز آنکھ کے ذریعے معلوم کی جاسکتی ہے۔ اس کو کسی اور حس سے معلوم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہر حس کا ایک مخصوص دائرہ کار ہے جو چیز اس دائرے میں آ جائے تو حس اس کو محسوس کرلیتی ہے لیکن جو چیز اس کے دائرے سے باہر ہو، اس کا ادراک تمام حواس سے بھی نہیں ہوسکتا۔

عقل

عقل ایک منفرد مشخص ملکہ ہے جو ہر انسان کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ وہبی ہے لیکن اس لحاظ سے وہبی اکتسابی ہے کہ سمع و تکلم، تعلم و تعلیم، تفکر و تدبر، مطالعہ و مشاہدہ اور تعقل و تجربے سے اس کا شعور ارتقا ہوتا ہے۔ عقل کے متعلق غلام

احمد پرویز رقم طراز ہے:

"قرآن کریم کو شروع سے اخیر تک دیکھئے ہر صفحہ پر عقل و بصیرت کی طرف دعوت نظر آئے گی- قرآن کریم کا تخاطب ہی عقل و دانش سے ہے- وہ حق و صداقت سے انکار کرنے والوں کے خلاف سب سے بڑا الزام یہی عائد کرتا ہے کہ وہ عقل و فہم سے کام نہیں لیتے-" (۳۹)

ارشاد ربانی ہے: "ان شر الدو آب عندالله الصم البکم الذین لا یعقلون" (۴۰)

عقل علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جس کے ذریعہ انسان کسی چیز میں غور و فکر کرتا ہے اور اس سے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے- قدرت نے عقل انسانی کے لیے پانچ مدرکات پیدا کئے ہیں-

(i) حس مشترک: انسانی عقل کا یہ گوشہ حواس کے تاثرات کو وصول کرتا ہے-

(ii) حس خیال: جو تصاویر' شکلیں حس مشترک میں پہنچتی ہیں حس خیال ان کی ظاہری صورتوں کو محفوظ کرلیتی ہے-

(iii) حس واہمہ: مدرکات حسی کے معنی و مفہوم یعنی ان کی باطنی شکل و صورت کا ادراک کرتی ہے اور محفوظ رکھنے کے لیے ان تاثرات کو اگلی حس میں منتقل کر دیتی ہے-

(iv) حس حافظہ: یہاں محسوسات کے مفہوم یعنی معنوی وجود کو اس طرح سے محفوظ کیا جاتا ہے جس طرح ان کی ظاہری شکل کو حس خیال میں محفوظ کیا جاتا ہے-

(v) حس متصرفہ: حس مشترک میں آنے والی ظاہری صورت کو قوت واہمہ میں حاصل ہونے والے معنی سے اور حس خیال میں محفوظ شکل و صورت کو قوت حافظہ میں محفوظ مفہوم کے ساتھ جوڑ دیتی ہے- اس طرح انسان مختلف الفاظ سن کر مفہوم سمجھنے اور ذائقہ چکھ کر ان میں فرق کرنے پر قادر ہوتا ہے-

عبداللہ بن احمد النسفی رقم طراز ہیں:

"ولما کان معظم المعلومات الدینیة مستفادا من الخبر الصادق جعلوہ سببا اخر ولما یثبت عندھم الحواس الباطنة المسماة بالحس المشترک والخیال والوھم و غیر ذلک" (۴۱)

انسانی عقل کی پرواز یہیں تک ہے جہاں حواس اپنا کام کرتے ہیں جو حقیقت باصرہ' سامعہ' لامسہ' ذائقہ اور شامہ قوتوں کی دسترس سے باہر ہو اس کا ادراک عقل بھی نہیں کرسکتی گویا

عقل حواس اور حواس عقل کے محتاج ہیں۔

وجدان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک اور ذریعہ علم جو باطنی سرچشمہ ہے' عطا کیا ہے۔ اس کو وجدان کہتے ہیں۔ یہ یکسر وہبی ملکہ ہے جس میں کسب و ہنر کو کچھ دخل نہیں۔ وجدان کے ذریعے انسان پر وہ حقیقتیں واضح ہوتی ہیں' جو عقل کے ذریعے واضح نہیں ہوتیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

"ودرا العقل طور اخر تنفتح فیه عین اخری فیبصر بها الغیب وما سیکون فی المستقبل وامور اخر العقل معزول عنها" (۴۲)

پھر وہی سوال انسان کے ذہن میں آتا ہے کیا وجدان انسان کی رہنمائی کے لیے کافی ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ وجدان کا تعلق نفس حیوانی سے ہے اس سے جانور اور انسان اپنی پیدائش سے لے کر موت تک غذا' جنسی اور جبلی تقاضے تو پورے کر لیتے ہیں لیکن وہ حقائق جو کائنات کی وسعتوں سے ماورا ہیں جن کا تعلق خدا کی ذات و صفات اور انسانی تخلیق کے مقصد' انسان کی موت و مابعد الموت سے ہے۔ اس کے بارے میں وجدان سے کوئی قطعی اور حتمی علم نہیں ملتا۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ علم کے ان تینوں ذرائع میں ترتیب کچھ ایسی ہے کہ ہر ایک کی ایک خاص حد اور مخصوص دائرہ کار ہے جو چیز انسان کو حواس سے معلوم ہوتی ہے اس کا علم صرف عقل سے نہیں ہوتا اور جس چیز کا علم عقل سے ہوتا ہے ان کو صرف حواس سے معلوم نہیں کیا جاسکتا۔ حواس' عقل' وجدان ایک خاص دائرہ کار تک محدود ہیں جہاں ان کی حدود ختم ہو جاتی ہیں' وہاں انسان سوچتا ہے کہ اس کی ہدایت کے لیے کیا انتظام کیا گیا ہے؟ وہ علم کو کیسے حاصل کرے' کائنات کو یقینی طور پر کیسے سمجھے حقائق و معارف سے کس طرح آگاہی حاصل کرے اپنے مقصد اور نصب العین کو کیسے پہنچانے لہٰذا انسان کو ایک ذریعہ ہدایت کی ضرورت ہے جس کا انتظام باری تعالیٰ نے کر رکھا ہے۔

"فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولاهم یحزنون(۴۳)

قرآن کریم اور وحی کی ضرورت و اہمیت

قرآن مجید سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وحی کی انسانی معاشرہ میں سب سے بڑی ضرورت

یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسانوں کو خدا کی مرضی معلوم ہو جاتی ہے جو اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا: "ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون"(۴۴)

وحی انسان کو تاریکیوں اور اندھیروں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لے جاتی ہے جس سے انسان امن و سلامتی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ "قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتب مبین یھدی بہ اللّٰہ من اتبع رضوانہ سبل السلم ویخرجھم من الظلمت الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم"(۴۵)

قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق وحی ہی یقین محکم اور واضح روشن ہدایت کا ذریعہ ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ظنون کی تاریکیاں اور ضلالتوں کے گھٹا ٹوپ بادل ہیں۔ وحی سے ہٹ کر چلنے والوں کے لیے ارشاد ہے:

"ومالھم بہ من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیاء(۴۶)

قرآن مجید وحی کو برہان مبین' سلطان مبین' بصائر للناس' ھدی للناس اور غیر ذی عوج قرار دیتا ہے جس کی کسی بات میں کسی قسم کی کجی' ابہام' پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ نیز وحی وہ فرقان ہے جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کا پتہ چلتا ہے بلکہ باطل اس کے آگے اور نہ اس کے پیچھے ٹھہر سکتا ہے۔ فرمایا:

"لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" (۴۷)

یہ بات واضح ہوئی کہ وحی الٰہی وہ ذریعہ ہدایت اور صراط مستقیم ہے جس پر چل کر انسانیت اپنے مقصد کو حاصل کر سکتی ہے۔ وحی کے ذریعے بندوں کو ان باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے جو وہ محض اپنی عقل اور حواس سے معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ باتیں خالص مذہبی نوعیت کی بھی ہو سکتی ہیں اور دنیا کی عام ضروریات کی بھی۔ انبیاء علیہم السلام کی وحی عموماً پہلی قسم کی ہوتی ہے لیکن بوقت ضرورت دنیوی ضروریات بھی بذریعہ وحی بتائی گئی ہیں مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"فاوحینا الیہ ان اصنع الفلک باعیننا ووحینا" (۴۸)

اس سے معلوم ہوا کہ انہیں کشتی کی صنعت بذریعہ وحی سکھائی گئی۔ اس طرح داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت نیز آدم علیہ السلام کو خواص اشیاء کا علم بذریعہ وحی ہی دیا گیا۔

انسانی قانون اور وحی الٰہی

بقول ارسطو "انسان سماجی حیوان ہے" (Man is a social animal) جس کے مطابق وہ اپنی بے پناہ ضروریات کو اکیلا نہیں پورا کرسکتا۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر ہر چیز کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کرتا ہے۔ مجبوراً اجتماعی اور معاشرتی تعاون پر آمادہ ہوتا ہے۔ انسان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں سے منافع حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کچھ حصہ دیتا ہے۔ جب انسان دوسروں سے طاقت حاصل کرلیتا ہے تو بے تامل معاشرتی تعاون اور اس کی ضرورت سے چشم پوشی کرتا ہے دوسروں کے نفع و ضروریات کا خیال نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجت لیتخذ بعضھم بعضا سخریا" (۴۹)

اس کے نتیجے میں معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ تانے بانے کی طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ یوں ایک معاشرہ بنتا ہے۔ معاشرتی تعاون کو قبول کرنے کے باوجود انسان دوسروں پر ظلم و ستم کرتا ہے اور فطری خواہش کے مطابق دوسروں کے حقوق پامال کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ "ان الانسان لظلوم کفار" (۵۰)

دوسرے مقام پر یوں فرمایا "انہ کان ظلوما جھولا" (۵۱)

فسادات اور اختلافات کو ختم کرنے کے لیے انسان ایسے اصول اور قوانین بناتا ہے جو معاشرے کے تمام افراد کے لیے قابل احترام ہوں۔ ان میں ان قوانین کو بنانے کے لیے معاشرے کے اندر سے ہی چند مقتدر اور اعلیٰ شخصیات کی کہنہ مشق آراء کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ یہ آراء دراصل معاشرے میں رہتے ہوئے ان کے تجربات کا نچوڑ ہوتی ہیں جن سے انکار یا فرار ناممکن ہے۔

بقول مولانا مودودی: "انسانی معاشرے میں بلاشبہ آباؤ اجداد، خاندان، قبیلے، قوم کے بزرگ، اساتذہ، اہل علم، مذہبی پیشوا، سیاسی لیڈر، اجتماعی مصلحین اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں کو جن کی دانش مندی پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے، ہمیشہ رہنمائی کا منصب دیا گیا اور ان کی تقلید کی گئی ہے۔" (۵۲)

معاشرہ کے اندر پائے جانے والے ان اختلافات، فسادات اور کمزوریوں کو انسان کے بنائے ہوئے قوانین سے دور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ قوانین معاشرتی رسم و رواج، اقدار و

معمولات کی بنیاد پر بنتے ہیں لہٰذا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی رسم و رواج اور اقدار و معمولات میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور پھر معاشرہ میں بسنے والے لوگ ہی اس قانون کی خلاف ورزی کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح یہ قانون معاشرہ میں امن و سکون قائم نہیں رکھ سکتا۔ علاوہ ازیں انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں ایک بنیادی خامی یہ ہے کہ ان کی بنیاد یقینی علم پر نہیں ہوتی' چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

"فان لم یستجیبوالک فاعلم انمایتبعون اهواء هم ومن اضل ممن اتبع هوٰنه بغیر هدی من اللّٰه" (۵۳)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا : "ومن الناس من یجادل فی اللّٰه بغیر علم ولاهدی ولاکتب منیر" (۵۴)

انسان کے اپنے بنائے ہوئے قوانین اس کے لیے مکمل رہنمائی کا ذریعہ نہیں بن سکتے کیونکہ انسانی معاشرہ کی تمام خرابیاں انسانی قانون سے نہیں بلکہ قانون الٰہی سے ہی دور ہو سکتی ہیں۔ ارشاد فرمایا :

"کان الناس امة واحدة فبعث اللّٰه النبین مبشرین ومنذرین وانزل معهم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوافیه" (۵۵)

انسانی معاشرہ کی تکمیل وحی الٰہی کے بغیر ممکن نہیں

سر ڈاکٹر علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے بقول انسانی معاشرہ نے آج تک جو ارتقائی منازل طے کی ہیں' اس میں وحی الٰہی کا بنیادی کردار ہے۔ جدید مغربی دنیا نے بلاشک و شبہ آئیڈیل نظام قائم کیا ہے لیکن وحی کی بنیاد پر قائم ہونے والا معاشرہ اس نظام سے کہیں بہتر ہے جو جدید خطوط پر استوار کیا گیا ہے۔ انسانی معاشرہ جو وحی الٰہی سے تشکیل پاتا ہے فرد کو اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔

"Humanity needs three things today ___ a spiritual interpretaion of the universe, spiritual emancipation of the individual, and basic principles of a universal import directing the evolution of human society on a spiritual basis. Modern Europe has, no doubt, built idealistic systems on these lines, but experience shows that truth revealed through pure reason is incapable revelation alone can bring. This is the reason why pure thought has so little influenced men while religion

has always elevated individuals, and transformed whole societies."(۵۶)

بقول مولانا صدر الدین وحی الٰہی کے ذریعہ انسان ہر آزمائش اور عقل کے بہکاوے سے بچنے میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

"اسلام اور جاہلیت کی اس زبردست کشاکش کی منجدھار میں پڑے انسان کو اس کے خالق اور پروردگار نے اپنے حال پر نہیں چھوڑا۔ ایسا نہیں کہ اس نے اس آزمائش سے اس کے سرخرو نکل سکنے کے لیے تدبیروں اور کوششوں کا سارا بوجھ اس کی اپنی عقلی قوت اور فطری صلاحیت پر ہی ڈال رکھا ہو' حالانکہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو تب بھی انصاف کے خلاف نہ ہوتا۔ اس خالق نے انسان کو اس آزمائش سے کامیاب ہونے کے لیے عقل اور فطرت سلیم کے سوا کچھ اور بھی دیا ہے' جو اس کی عقل کے ہر بہکاوے سے اور فطرت کے ہر بہلاوے سے بچا لے۔ یہی چیز وحی الٰہی ہے۔"(۵۷)

اگر یہ کہا جائے کہ انسان کی رہنمائی' اس کی اصلاح و فلاح اور کامرانی کے لیے عقل کافی ہے اس کے لیے وحی الٰہی کی ضرورت نہیں تو یہ جہالت اور نادانی ہے اس لیے اگر بدقسمتی سے انسانی عقل و شعور کی آبیاری وحی الٰہی کے آب حیات سے نہ ہوئی ہو بلکہ اس کی نشوونما خود رو گھاس کی طرح ہوئی ہو' جس کے لیے کوئی اصول و ضابطہ نہیں تو اس میں شک نہیں کہ یہ عقل نہیں جنون اور دیوانگی ہے۔ جس کا نہ خدا کے ہاں اعتبار ہے' نہ عام انسانوں کے نزدیک اس کا کوئی وزن ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانی معاشرہ کی تکمیل صرف اور صرف وحی الٰہی سے ہی ممکن ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :

"ولقد مکنھم فیما ان مکنکم فیہ وجعلنا لھم سمعا وابصارا وافدۃ فما اغنی عنھم سمعھم ولا ابصار ھم ولا افدتھم من شئی اذ کانوایجحدون بایت اللہ وحاق بھم ما کانوابہ یستھزءون" (۵۸)

معاشرہ انسانی میں وحی کی ضرورت و اہمیت کو عقلی دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے تو وحی کی ضرورت کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے چنانچہ اس سلسلے میں مولانا سید شمس الحق افغانی نے جو عقلی دلائل دیئے ہیں ان کو اختصاراً یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(i) دلیل بقائی

"ہر انسان کی فطرتی خواہش ہے کہ اس کو دوام و بقا اور حیات حاصل ہو' اب دوام و بقا

کے لیے اس دنیا میں جو عالم تغیرات ہے ایسی چیزیں موجود ہیں جو جلد خراب ہونے والی چیزوں کے ساتھ لگ جائیں تو ان کے ربط و تعلق سے اس کو ایک محدود زمانے تک بقاء حاصل ہو جاتی ہے مثلاً تازہ مچھلی کو نمک لگا کر اور خشک کر کے ایک مدت تک باقی رکھا جاسکتا ہے۔ چین وغیرہ میں شہد سے بھرے صندوق میں آدمی کی لاش رکھ کر محفوظ کرنے کا سامان کیا جاتا ہے تو کیا جب عالم تغیر میں بقاء کا یہ سامان موجود ہے تو ابدی اور لافانی اشیاء میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کا ربط و تعلق انسان کی روح سے حاصل ہو کر اس کو دوام و بقاء اور استمرار حیات کے وصف سے متصف کر دے۔ ابدی اور لازوال چیزیں اللہ اور اس کی صفات ہیں جن سے انسان کے ساتھ قابل اتصال چیز صرف اللہ کا وصف کلام یا وحی الٰہی ہے۔ جو اپنی ابدیت کی وجہ سے انسان کے لیے دوام حیات اور بقاء مستمر کا سامان بن سکتی ہے۔" (۵۹)

(ii) دلیل قانونی

"انسان میں فطرتاً دو قوتیں شہویہ و غضبیہ موجود ہیں۔ "قوت شہویہ" قدرت نے اس کو اس لیے عطا کی ہے کہ اس کے ذریعے اپنے فوائد کے لیے جدوجہد کرے اور غضبیہ اس لیے کہ اگر کوئی دوسری قوت ان کے ساتھ ان کے فوائد کے حصول میں مزاحمت اور مقابلہ کرے تو قوت غضبیہ کے ذریعے یہ مدافعت کرے جب قوت غضبیہ سے انسان مزاحمت و مقابلہ کرے گا تو اس سے افراد انسانی کے درمیان جھگڑے، تنازعات اور مخاصمات قائم ہوں گے اور پھر مقدمات برپا ہوں گے۔ اس لیے قانون عادلانہ کی فطرتاً ضرورت ہے تاکہ اقامت انصاف ہو اور نزاع ختم ہو، اب وہ قانون کس کا ہو خدا کا یا انسان کا تو ظاہر ہے اس قانون عادلانہ کے بنانے والے کے لیے مندرجہ ذیل چار اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ علم محیط، رحمت کاملہ، قدرت تامہ، غیر جانبداری۔ یہ چاروں صفات صرف ذات خداوندی میں موجود ہیں لہٰذا قانون عادلانہ جو انسان کا بنیادی حق ہے صرف وحی الٰہی، احکام ربانی، قرآن مجید کے ذریعے سے ہی انسان کو مل سکتا ہے۔" (۶۰)

(ii) دلیل غذائی

"انسان جسم اور روح سے مرکب ہے جس میں روح جسم کی نسبت سے اعلیٰ و اشرف ہے۔ بدن اس کی نسبت ادنیٰ اور خسیس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب روح نکل جاتی ہے تو بدن بیکار ہو جاتا ہے۔ جسم کو غذا نہ ملنے سے جسمانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح غذا روحانی نہ

ہونے سے موت روح جو حقیقی موت ہے' واقع ہو جاتی ہے اور روح امر ربی ہے لہٰذا عالم بالا سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اس کی غذا بھی لطیف اور عالم بالا سے ہونی چاہئے اور وہ غذا وحی الٰہی' احکام ربانی ہے۔"(۶۱)

(iv) دلیل دوائی

"اس عالم تغیر میں بدن انسانی اور روح انسانی کو تغیرات پیش آتے ہیں۔ روح کے لیے تغیر کا سبب فاسقانہ' ملحدانہ' مشرکانہ ماحول بری تعلیم و تربیت ہے۔ قدرت نے ان جسمانی امراض کا علاج زمین کے اندر قدرتی دواؤں کی صورت میں رکھا ہے اور انسان ڈاکٹر یا طبیب سے علاج کرواتا ہے لیکن روح انسانی اور اس کی صفات و امراض تجربہ انسانی کے دائرے سے خارج ہے کیونکہ روح امر ربی ہے اور اس کی دوا بھی عالم بالا سے ہوگی۔ اس لیے خالق کائنات نے بدن کا علاج خود انسانی تجربے کے سپرد کر دیا لیکن روحانی علاج کے لیے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے انتظام فرمایا اور یہ انتظام وحی ربانی اور کلام ربانی ہے۔"(۶۲)

(v) دلیل حبی

"انسان بدن اور روح کا مجموعہ ہے جسم کے لحاظ سے جسمانی محبوبات مثلاً کھانا پینا' پوشاک' مکان' مال وغیرہ کا خواہاں ہے۔ یعنی ان سے فطرتاً محبت ہے۔ اسی طرح روحانی خواہشات کا فطری تقاضا یہ ہے کہ خالق کائنات سے محبت کرے۔۔۔ لہٰذا جب حب الٰہی فطری جذبہ ہے تو ہر جذبے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں کہ جس سے وہ محبت کرتا ہے اس کی رضا و منشا کو معلوم کرے تاکہ جذبہ محبت کی تکمیل ہو' اس امر کا فیصلہ کہ خدا کی پسند اور ناپسند کیا ہے۔ اس کی مرضیات و لامرضیات کا علم اس وقت ہوگا کہ خدا خود اپنے کلام سے اس کا اظہار کرے۔ یہی وحی الٰہی احکام ربانی کے ذریعے ممکن ہے۔"(۶۳)

(vi) دلیل اتباعی

"دنیا میں اتباع اور تابعداری موجود ہے' اولاد والدین کی اطاعت کرتی ہے' شاگرد استاد کی اطاعت کرتے ہیں' رعیت حکومت کی' ماتحت عملہ اپنے افسران کی' زیر احسان اپنے محسن کی' اب غور طلب امر یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علت اور سبب ہونا ضروری ہے تو ان امور میں سبب اطاعت کیا ہے۔ غور کرنے سے تین چیزیں واضح ہوتی ہیں قدرت' احسان'

حسن۔۔۔ یعنی یہ تین اسباب جہاں ہوں گے وہاں فطری تقاضا یہ ہوگا کہ وہاں اطاعت ہوگی۔ اب اگر خدا میں اسباب اطاعت موجود ہوں تو اس کی اطاعت بھی انسان کے لیے لازمی ہے۔ اس کی قدرت کے برابر کسی کی قدرت نہیں۔ اس کے برابر کوئی احسان نہیں کرسکتا نہ اس کے برابر کسی میں حسن ہے ہر حسین ظاہری و باطنی کا حسن اسی ذات کا عطیہ ہے۔ اب تینوں اسباب انسان میں ضعیف ہیں۔ خدا میں قوی لہٰذا فطرتاً اس کی اطاعت لازمی ہے۔ عقلاً خدا کی اطاعت واجب ٹھہری اور اطاعت نام ہے حکم ماننے کا جو وحی خدا کے احکام کے مجموعہ کا نام ہے۔" (۶۴)

(vii) دلیل نفسیاتی

"ایک سلیم الفطرت انسان کسی صحرا میں جہاں کوئی حکومت نہیں' کوئی انسان نہیں' کوئی قانون نہیں اور کوئی دیکھنے والا نہ ہو وہاں جب گناہ مثلاً زنا' ڈاکہ' قتل کرتا ہے تو اس کا دماغ و ضمیر اس ناحق جرم کی وجہ سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہاں کوئی نہ تھا پھر اس کو قانون توڑنے پر یہ اندیشہ کیوں ہوا؟ ظاہر ہے چاہے غیر شعوری طور پر سہی لیکن مذکورہ جرم کو ضمیر نے محسوس کیا۔ اگرچہ وہاں انسانی قانون ناپید ہے تو حقیقی اور الٰہی ضابطہ انسانی اعمال کے لیے ضرور موجود ہے کہ اس جرم سے اس نے ضابطہ کو توڑا۔ یہ حقیقی اور الٰہی قانون جس کی خلاف ورزی نے اس مجرم کے ضمیر میں تاثیر کو پیدا کیا وہ کلام الٰہی ہے۔" (۶۵)

(viii) دلیل تخلیقی

"ہر چیز کسی مقصد کے تحت تخلیق کی گئی تو انسان کی تخلیق کا بھی کوئی مقصد ہے۔ اس مقصد کو کس طرح جانا جاسکتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ خود خدا اپنی منشا کی وضاحت کر دے اور وہ وضاحت کلام الٰہی اور وحی الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔" (۶۶)

(ix) دلیل ترحمی

"انسان باخبر ہو کہ کھانے میں زہر ملایا گیا ہے تو باخبر اگر بے خبر انسان کو نہیں بتاتا تو یہ بے رحمی ہے۔ جب ایک باخبر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے بے خبر انسان کو مضر امر کی اطلاع دے تو پھر احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین کے لیے کب یہ شایان شان ہے کہ وہ مضر و مہلک تباہ کن اور زہریلے اعمال کی اطلاع انسانوں کو نہ دے۔ لہٰذا ضروری ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہدایت نامہ موجود ہو جس میں نجات دہندہ اور مہلک عقائد کی تشریح کی گئی ہو یہی ہدایت

نامہ وحی الٰہی یا قرآن مجید ہے جس کی انسان کو ضرورت ہے۔(۶۷)

محققین کے تحقیقی تبصروں، عقل کی حقیقت و حیثیت اور اس کی رہنمائی کی اہمیت واضح ہو جانے کے بعد وحی کی ضرورت حتمی طور پر معلوم ہو جاتی ہے۔ عقل کے ذریعے انسان اپنے ظاہری خیر اور شر، مفید اور مضر کو پہچان سکتا ہے لیکن حقیقی خیر اور شر، حق اور باطل میں فرق کرنے سے قاصر ہے۔ اس بارے میں صرف وحی الٰہی ہی رہنمائی کر سکتی ہے۔ باقی تمام علوم و افکار انسانی ذہن کی پیداوار ہیں جب کہ وحی خالق انسان کی رہنمائی ہے۔ انسان یقینی فلاح اور کامیابی صرف وحی الٰہی سے ہی حاصل کر سکتا ہے۔

حواشی و ماخذ

۱۔ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دارالمعارف القاہرہ مصر، ۱۳۰۰ھ، جلد ۶، ص ۴۸۷

۲۔ الزبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواھر القاموس، داراالمکتبة الحیاة بیروت لبنان، ۱۳۰۶ھ، جلد ۱۰، ص ۳۸۴، ۳۸۵

۳۔ البستانی، بطرس، محیط المحیط، مکتبة لبنان بیروت لبنان، ۱۸۷۰ء، جلد ۲، ص ۲۲۴۰

۴۔ احمد بن فارس بن زکریا، مقیاس اللغة قم خیابان لرم ایران، (بدون تاریخ الطبع)، جلد ۷، ص ۹۳

۵۔ الراغب، الاصفہانی حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفة بیروت لبنان، (بدون تاریخ الطبع)، ص ۵۱۵

۶۔ الالوسی، شہاب الدین محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، احیاء القرآن العربی بیروت لبنان، (بدون تاریخ الطبع) جلد ۲۵، ص ۵۶

۷۔ ابن حجر، العسقلانی احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخای، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۹۸۱ء، جلد ۱، ص ۹

۸۔ ایضاً

۹۔ العینی، بدرالدین محمود، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، دارالفکر بیروت، لبنان، ۱۹۷۹ء، جلد ۱، ص ۱۴

۱۰۔ عبیداللہ بن مسعود، کتاب التوضیح التلویح، مطبع نولکشور لکھنو

الهند، (بدون تاریخ الطبع)، ص ۳۱۷
۱۱- جیون احمد ملا، نور الانوار، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراتشی، (بدون تاریخ الطبع)، ص ۲۱۳، ۲۱۴
۱۲- وجدی، محمد فرید، دائرہ معارف القرآن، دارالمعرفته بیروت لبنان، ۱۹۷۱ جلد ۱۰ ص ۷۰۷

13- The New Encyclopaedia Britannica, Encyclopaedia Britannica, Inc. U.S.A., 1986. V. 10. P. 6

14- The Encyclopedia Americana, Grolier Incorporated Inc. U.S.A, 1984 V. 26. 633

15- Abraham J. William, Divine Revelution, Oxford University Press, 1982, P. 8

16- The Encyclopaedia of Religion, Macmillan Publishing Company New York, 1987, V 12, P. 361.

۱۷- القرآن الکریم : ۱۶ : ۲
۱۸- القرآن الکریم : ۴۰ : ۱۵
۱۹- القرآن الکریم : ۱۹ : ۱۱
۲۰- القرآن الکریم : ۶ : ۱۱۳
۲۱- القرآن الکریم : ۶ : ۱۲۱
۲۲- القرآن الکریم : ۹۹ : ۴، ۵ .
۲۳- القرآن الکریم : ۴۱ : ۱۲
۲۴- القرآن الکریم : ۱۶ : ۶۸
۲۵- القرآن الکریم : ۸ : ۱۲
۲۶- القرآن الکریم : ۵ : ۱۱۱
۲۷- القرآن الکریم : ۲۸ : ۷
۲۸- القرآن الکریم : ۱۲ : ۱۵
۲۹- القرآن الکریم : ۴۲ : ۵۱
۳۰- القرآن الکریم : ۱۹ : ۱۱
۳۱- القرآن الکریم : ۳۷ : ۱۰۲
۳۲- القرآن الکریم : ۶ : ۱۹
۳۳- القرآن الکریم : ۲ : ۲۹
۳۴- القرآن الکریم : ۴۵ : ۱۳
۳۵- القرآن الکریم : ۷ : ۱۰
۳۶- القرآن الکریم : ۱۶ : ۵
۳۷- القرآن الکریم : ۱۶ : ۱۲
۳۸- القرآن الکریم : : ۹۵ : ۵
۳۹- پرویز، غلام احمد، ابلیس و آدم، ادارہ طلوع اسلام لاہور، ۱۹۵۴ء، ص ۲۸۷
۴۰- القرآن الکریم : ۸ : ۲۲
۴۱- النسفی، عبداللہ بن احمد، شرح العقائد النسفیہ، محمد سعید اینڈ سنز کراتشی ۱۳۷۸ھ، ص ۱۰
۴۲- غزالی محمد بن محمد المنقذ من الضلال، محکمہ اوقاف بنجاب

لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۵۴

۴۳- القرآن الکریم : ۲ : ۳۸

۴۴- القرآن الکریم : ۲ : ۱۵۱

۴۵- القرآن الکریم : ۵ : ۱۵، ۱۶

۴۶- القرآن الکریم : ۵۳ : ۲۸

۴۷- القرآن الکریم : ۴۱ : ۴۲

۴۸- القرآن الکریم : ۲۳ : ۲۷

۴۹- القرآن الکریم : ۴۳ : ۳۲

۵۰- القرآن الکریم : ۱۴ : ۳۴

۵۱- القرآن الکریم : ۳۳ : ۷۲

۵۲- مودودی، ابو الاعلیٰ سید، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، اسلام پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۵۵ء ص ۲۰۴

۵۳- القرآن الکریم : ۲۸ : ۵۰

۵۴- القرآن الکریم : ۲۲ : ۸

۵۵- القرآن الکریم : ۲ : ۲۱۳

56- Iqbal Muhammad, The Reconstruction of Religious thought in Islam. Muhammad Ashraf Publisher Lahore, 1982, P. 179.

۵۷- صدر الدین، معرکہ جاہلیت، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۴ء ص ۱۸

۵۸- القرآن الکریم : ۴۶ : ۲۶

۵۹- شمس الحق، علوم القرآن امجد اکیڈمی لاہور (س-ن) ص ۴، ۵

۶۰- ایضاً ص ۶، ۷

۶۱- ایضاً ص ۹، ۱۰

۶۲- ایضاً ص ۱۱

۶۳- ایضاً ص ۱۳

۶۴- ایضاً ص ۱۴، ۱۵

۶۵- ایضاً ص ۱۶

۶۶- ایضاً ص ۱۷

۶۷- ایضاً ص ۱۸، ۱۹